عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں

بیٹا بیٹی کی موجودگی میں پوتا پوتی اور نواسا نواسی کی وراثت کا مسئلہ

۲مارچ ۱۹۶۱ء کو مرکزی حکومت پاکستان نے مارشل لاء دور میں ایک آرڈیننس بنام ''مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء'' نافذ کیا تھا، اس آرڈیننس کو پیش کرتے ہوئے مارشل لائی عہد کے وزیر قانون مسٹر محمد ابراہیم نے جو توضیحی بیان دیا تھا اس میں ان قوانین کو موافق قرآن ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور یہ کہا تھا کہ یہ قوانین عین قرآنی قوانین ہیں اور ان سے مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو وہ حقوق دیئے جائیں جو اسلام اور قرآن نے ان کو دیئے ہیں، اسی طرح ہمارے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان بالقابہ نے محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے نام اپنے مکتوب مؤرخہ یکم جون ۱۹۶۱ء میں ارشاد فرمایا تھا کہ:

''ازدواجی رسوم سے پیدا ہونے والے مظالم کے انسداد کا ایک ہی موثر طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے قواعد وضوابط بنائے جائیں...الخ''

(بحوالہ دیباچہ ''مسلمانوں کا شادی بیاہ کا قانون'' شائع کردہ منصور بک ہاؤس لاہور)

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ان قوانین کا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ کی روشنی میں جائزہ لیں، اسی طرح ان قوانین کے حامیوں کی طرف سے جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان کو بھی علم ونظر کی کسوٹی پر جانچ کر دیکھیں کہ یہ قوانین کہاں تک صحیح اور کہاں تک غلط ہیں۔ تاکہ ہر شخص آسانی سے یہ فیصلہ کرسکے کہ یہ قوانین شریعت کے موافق ہیں یا مخالف اور ان قوانین کے واضعین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ حدود کی پاسداری کی ہے یا ان میں ترمیم وتحریف کے لئے باب کا آغاز کیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم.

دفعہ۴، وراثت۔

''اگر وراثت کے شروع ہونے سے پہلے مورث کے کسی لڑکے یا لڑکی کی موت ہو جائے تو ایسے لڑکے یا لڑکی کے بچوں کو (اگر کوئی ہوں) بحصہ رسدی وہی حصہ ملے گا جو اس لڑکے یا لڑکی کو (جیسی کہ صورت ہو) زندہ ہونے کی صورت میں ملتا ہے۔''

(''مسلمانوں کا شادی بیاہ کا قانون ۱۹۶۱ء'' - شائع کردہ منصور بک ہاؤس لاہور)

اس دفعہ کی رو سے دادا اور نانا کے ان پوتا پوتیوں اور نواسا نواسیوں کو دادا اور نانا کا وارث قرار دیا گیا ہے جن کے باپ یا ماں خود ان کی زندگی ہی میں وفات پا گئے ہوں۔

تشریح:

زید ایک شخص ہے اس کے دو بیٹے ہیں (۱) خالد (۲) بکر، خالد کا زید کی حیات میں انتقال ہو جاتا ہے، خالد متوفی کا ایک لڑکا عمر موجود ہے جو زید کا پوتا ہے، اب زید کا انتقال ہوتا ہے، زید کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ صحابہ، تابعین، ائمہ اربعہ، اہل سنت، شیعہ صاحبان غرض پوری امت کا اس بارے میں مذہب یہ ہے کہ شرعاً زید کا وارث اس کے دوسرے بیٹے بکر کو قرار دیا جائے گا، وہی زید کے ترکہ کا حقدار ہوگا اور خالد کے لڑکے عمر کو زید کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

عائلی قوانین کے واضعین کا اس کے مقابل فتویٰ یہ ہے کہ خالد کے لڑکے عمر کو بھی اس کے ترکہ میں سے وہی حصہ ملے گا جو خالد کو اس صورت میں ملتا جبکہ وہ اپنے والد زید کے انتقال کے وقت موجود ہوتا۔

اسی طرح مثلاً زید کا ایک لڑکا خالد اور دوسری لڑکی زینب ہو پھر زینب کا انتقال زید کی حیات میں ہو جائے اور اس کا ایک لڑکا سعید ہو یا ایک لڑکی ہندہ ہو پھر زید کا انتقال ہو جائے تو شریعت محمدیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس صورت میں خالد زید کا وارث ہوگا اور اس کا ترکہ اسی کو ملے گا اور زینب کا لڑکا سعید یا اس کی لڑکی ہندہ ترکہ زید کے حقدار نہیں ہیں کیونکہ لڑکے کی موجودگی میں نواسہ یا نواسی وارث نہیں ہوا کرتے۔ عائلی قوانین اور اسلامی قوانین کا مزید فرق مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھئے۔

"اسلامی قانون" کے مطابق ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی

مثال نمبر۱ زید

خالد (بیٹا)	عمرو (پوتا)
کل ترکہ	محروم

مثال نمبر۲ زید

خالد (بیٹا)	سعید (نواسہ)
کل ترکہ	محروم

مثال نمبر۳ زید

خالد (بیٹا)	ہندہ (پوتی)
کل ترکہ	محروم

مثال نمبر۴ زید

خالد (بیٹا)	فاطمہ (نواسی)
کل ترکہ	محروم

اور "عائلی قانون" کے مطابق اس طرح

۲ زید

خالد (بیٹا)	عمرو (پوتا)
۱	۱

۳ زید

خالد (بیٹا)	سعید (نواسہ)
۲	۱

۲ زید

خالد (بیٹا)	ہندہ (پوتی)
۱	۱

۳ زید

خالد (بیٹا)	فاطمہ (نواسی)
۲	۱

اس تشریح اور وضاحت کے بعد اب ہم اس قانون کا قرآن وحدیث اور اجماع کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تاکہ اس کے مصنفین اور حامیوں کے بلند بانگ دعاوی کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔

قرآن کریم کی رو سے:

(الف) قرآن کریم نے میراث کے سلسلہ میں ایک اصول نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ مورث کے ترکہ میں صرف ان رشتہ داروں کے حصے مقرر کئے جاتے ہیں جو مورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں اور کسی ایسے وارث کو حصہ نہیں دیا جا سکتا جو مورث کی زندگی میں وفات پا چکا ہو، اسی طرح ایک شخص اپنے انتقال کے بعد مورث ہوتا ہے اپنی زندگی میں مورث نہیں ہوتا، اس اصول کو اچھی طرح سمجھنے

کے لئے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات پر نظر ڈالئے:

۱: ان امرؤ هلک ليس له ولد وله اخت فلها نصف ماترک وهويرثها ان لم يكن لها ولد (النساء:١٧٦)

''اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کا بیٹا نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اس بہن کو مال متروکہ کا آدھا حصہ ملے گا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے کوئی بیٹا۔''

۲: ولكم نصف ماترک ازواجكم ان لم يكن لهن ولد(النساء:١٢)

''اور تمہارے لئے آدھا مال ہے جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو ان کی اولاد۔''

۳: ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد (النساء:١٢)

''اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہاری اولاد۔''

ان آیات میں هلک، ترک، ترکتم کے الفاظ بصراحت بیان کر رہے ہیں کہ کوئی شخص اپنے انتقال کے بعد ہی مورث(*) ہوگا، انتقال سے پہلے اس کو مورث نہیں کہا جائے گا، لہٰذا کسی شخص کو بھی مورث کی زندگی میں اس کا وارث نہیں قرار دیا جاسکتا۔

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الام'' میں رقمطراز ہیں:

قال الشافعي: وكان معقولا عن الله عزوجل ثم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم في لسان العرب وقول عوام اهل العلم ببلدنا، انّ امرءاً لايكون موروثا ابدا حتى يموت، فاذامات كان موروثاً وانالاحياء خلاف الموتى فمن ورّث حيًا دخل عليه والله تعالىٰ اعلم خلاف حكم الله وحكم رسوله صلى الله عليه وسلم، فقلنا والناس معنا لم يختلف في جملته ''(۱)

(*) ''مورث'' وہ شخص جو دوسرے کو اپنا وارث بنائے۔

(۱) كتاب الام للامام محمد بن ادريس الشافعي - كتاب الفرائض - باب من قال لايورث احد حتى يموت. ۴/۴ . الطبعة الاولى بالمطبعة الكبرى بولاق مصر

''امام شافعیؒ فرماتے ہیں اور وہ امر جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر عربی زبان اور ہمارے وطن (مکہ معظمہ) کے اہل علم کے قول سے سمجھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کبھی موروث (*) نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ مر نہ جائے، پھر جب وہ مر جائے گا تو موروث قرار پائے گا اور بلاشبہ زندہ کے احکام مردوں سے الگ ہیں لہذا جو شخص کسی زندہ کو موروث قرار دیتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم میں مداخلت کرتا ہے چنانچہ ہم اور ہمارے ساتھ سب لوگ اسی بات کے قائل ہیں اور اس میں سرے سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔''

اب قانون کی اس دفعہ پر غور کریئے، اس دفعہ میں اصول مندرجہ بالا کی صریح خلاف ورزی کی گئی ہے اور دادا یا نانا کو ان کی زندگی ہی میں مورث قرار دے کر ان کے بیٹے یا بیٹی کا حصہ محفوظ کرلیا گیا ہے جو موجودہ قانون کی رو سے پوتے یا نواسے کو دادا یا نانا کے انتقال پر دیا جائے گا۔

(ب): قرآن مجید کا میراث کے باب میں ایک اور اہم اصول یہ ہے کہ ایک ہی سلسلہ کے قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار کو یکسر محروم کردیا جاتا ہے، اور اسی اصول کو فقہاء نے ''الاقرب فالاقرب'' سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی میت کا جتنا قریبی رشتہ دار ہوگا اتنا ہی میراث میں مقدم ہوگا، قرآن مجید کی آیت مندرجہ ذیل اسی اصول کی طرف رہنمائی کررہی ہے:

للرجال نصیب مما ترک الوالدٰن والاقربون وللنساء نصیب مماترک الوالدٰن والاقربون مماقل منه اوکثر نصیبا مفروضا (النساء:۷)

''مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں، باپ اور قریب کے رشتہ دار اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں، باپ اور قریب کے رشتہ دار تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ ہے مقرر کیا ہوا''۔

آیت کریمہ میں ''الاقربون'' کا لفظ اشارہ کررہا ہے کہ میراث میں قرب طبقہ کا لحاظ ہوگا اور اسی اصول پر ایک کو مورث اور دوسرے کو وارث قرار دیا جائے گا۔

عائلی قانون میں اس اصول کو پس پشت ڈال کر بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے اور نواسے کو وارث

(*) موروث وہ جن کی وراثت تقسیم کی جائے عربی میں میت کو مورث بھی کہتے ہیں اور موروث بھی۔

قرار دیا گیا ہے اور اس قانون کی رو سے بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو بیٹی کی موجودگی سے دوگنا اور نواسی کو اس کے برابر حصہ ملے گا۔

(ج): قرآن کریم کا ایک اصول یہ بھی ہے:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین(۱)

"حکم کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے"۔

عائلی قانون کی اس دفعہ میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کی رو سے مرد اور عورت کا حصہ برابر ہو جاتا ہے، چنانچہ اس کو ایک مثال سے سمجھئے، خالد کے دو بیٹے ہیں حمید اور مجید، اب حمید کا خالد کی زندگی میں انتقال ہو جاتا ہے، حمید اپنے پیچھے ایک لڑکی سعیدہ چھوڑ جاتا ہے، اب حمید کے باپ کا انتقال ہوتا ہے، لہٰذا صورت مسئلہ اس طرح ہوگی،

خالد

حمید مرحوم　　　　مجید

سعیدہ

عائلی قوانین کے مصنفین کا فتویٰ ہے کہ اس صورت میں خالد متوفی کا ترکہ سعیدہ اور مجید کے درمیان برابر تقسیم ہوگا حالانکہ اگر پوتی کی جگہ یہاں بیٹی ہوتی تو قرآن کی رو سے اس کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملتا اور بیٹے کو دو تہائی لیکن اس قانون کی رو سے پوتی اور بیٹا برابر کے حقدار ہیں یعنی پوتی کو بیٹی سے ڈبل بیٹے کے برابر حصہ ملے گا۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ہم تو سعیدہ کو اس کے والد مرحوم حمید کا حصہ دے رہے ہیں تو پہلے اصول کی خلاف ورزی لازم آتی ہے کہ حمید کو والد کی زندگی میں وارث فرض کر لیا گیا، ورنہ دوسرے اصول "للذکر مثل حظ الانثیین" کی۔ غرض دونوں حالتوں میں قرآن کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی لازمی ہے۔

(د): قرآن کریم نے جس طرح بیٹوں اور بیٹیوں کو وارث قرار دیا ہے اسی طرح دوسرے رشتہ داروں ماں، باپ، بیوی، شوہر اور کلالہ کی صورت میں بھائی اور بہن کو بھی وارث بتایا ہے۔

سورۃ النساء کی آیات پر غور کرنے سے ہر عامی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے لیکن عائلی قانون کی اس دفعہ میں اپنے والد کی زندگی میں مرنے والے بیٹے یا بیٹی کو والد کے انتقال کے وقت زندہ فرض کیا گیا ہے اور اسی لئے اس کی اولاد کو اس کا وارث بنایا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ صرف اولاد ہی کو کیوں وارث قرار دیا گیا اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کو کیوں وراثت سے محروم رکھا، آخر اس کی بیوہ پر ترس کھا کر اس کو وارث کیوں نہیں بنایا گیا؟ اسکی بوڑھی ماں نے کیا قصور کیا تھا کہ اس کو بیٹے کی میراث سے حرماں نصیب سمجھا گیا؟ اچھا ہوتا کہ اپنے شوہر سے بھی حصہ ملتا اور مرحوم بیٹے کی طرف سے بھی تاکہ بڑھاپے میں اس کی زندگی اطمینان اور فراغت سے گزرتی؟ اسی طرح پوتی کی صورت میں اس کے باپ کے بھائی بہنوں کو کیوں میراث سے محروم کر دیا گیا؟

(ھ): قرآن کریم نے وارث ہونے کے لحاظ سے کسی وارث کے صاحب اولاد یا لاولد ہونے میں کوئی فرق نہیں کیا ہے چنانچہ باعتبار میراث تمام بیٹوں اور بیٹیوں کو ایک ہی درجہ میں رکھا گیا ہے، لیکن عائلی قانون کی اس دفعہ نے دونوں میں زمین آسمان کا فرق کر دیا ہے اور صرف صاحب اولاد بیٹوں یا بیٹیوں کو تو اپنے والد کا وارث قرار دیا ہے اور لاولد مرنے والے بیٹوں یا بیٹیوں کو سرے سے وارث ہی نہیں گردانا ہے، آخر اس تفریق کی کیا وجہ ہے؟

(و): قرآن کریم بلکہ دنیا کے کسی قانون میراث میں یہ اعجوبہ آپ کی نظر سے اب تک نہ گزرا ہوگا کہ ایک شخص پہلے ایک میت کا وارث ہو اور پھر وہ میت خود اس کی وارث بن جائے، عائلی قانون کے واضعین نے سب سے پہلے دنیا کے سامنے یہ بات واضح کی ہے کہ ایسا ہونا بھی ممکن ہے دیکھو اس دفعہ کی رو سے وہی باپ اپنے بیٹے کے مرنے پر اس کی میراث سے حصہ پا چکا تھا، جب مرتا ہے تو اپنے باپ کے جیتے جی مرنے والا بیٹا اس کی میراث سے وہی حصہ پائے گا جو اس کے دوسرے زندہ بیٹوں کو ملے گا، اور اس کا یہ حصہ اس کے بیٹا بیٹی کو منتقل ہو جائے گا۔

حدیث شریف کی رو سے:

اسلام کے دوسرے احکام کی طرح ''میراث'' کے سلسلہ میں بھی حدیث کو قرآن سے الگ نہیں کیا

جا سکتا، حدیث کی حیثیت یہاں بھی شرح قرآن ہی کی ہے۔

حافظ بدرالدین محمود عینی المتوفی ۸۵۵ھ "اسلامی قانون میراث" کے مآخذ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو مستنبط من هذه الأيات ومن الاحاديث الواردة في ذلك مما هي كالتفسير لذلك (۱)

"اور وہ علم (میراث) ان آیات اور ان احادیث سے ماخوذ ہے جو اس بارے میں آتی ہیں جو (درحقیقت) آیات کی تفسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔"

اب ہم ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن کی اس قانون میں صریح خلاف ورزی کی گئی ہے۔

(۱): صحیح بخاری میں ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا وهيب حدثنا ابن طاؤس عن ابيه عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الحقوا الفرائض باهلها فمابقي فهو لأولىٰ رجل ذكر". (۲)

"ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن مجید کے مقررہ حصے اصحاب فرائض (*) کو دیدو پھر جو باقی رہے وہ سب سے

---

(۱) عمدة القاري -۹ ۱/ ۵ ۲۰ -ط: شركة مصطفى البابي

(۲) صحيح البخاري - كتاب الفرائض -باب ميراث الولد من أبيه وامه -۲/ ۹۹۷-

(*) "اصحاب فرائض" وہ جن کے خاص حصے (نصف، ربع، ثمن، سدس، ثلث اور ثلثین) قرآن کریم یا احادیث نبویہ میں منصوص طور پر متعین کردیئے گئے ہیں۔

"اصحاب فرائض" کے علاوہ ایک دوسری قسم کے وارث اور بھی ہیں جن کو "عصبہ" کہتے ہیں ان کے لئے کوئی مخصوص حصہ مثلاً نصف، ثلث وغیرہ مقرر نہیں بلکہ اصحاب فرائض سے جو فاضل ہوگا وہ ان کو ملے گا۔ مثلاً کسی کے عصبہ ہوا اور اصحاب فرائض میں سے کوئی نہ ہو تو اس کا تمام مال عصبہ کو ملے گا، اور جو دونوں ہوں تو اصحاب فرائض کا متعینہ حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ عصبہ کو دیا جائے گا۔

زیادہ قریبی مرد رشتہ دار کو دیا جائے۔"

علامہ عینیؒ اس حدیث کے دوسرے مآخذ کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحدیث اخرجہ مسلم فی الفرائض عن امیة بن بسطام وعن غیرہ واخرجہ ابوداؤد فیہ ایضاً عن احمد بن صالح وغیرہ واخرجہ الترمذی عن عبد بن حمید بہ وغیرہ واخرجہ النسائی فیہ عن محمد بن معمر " (۱)

"اس حدیث کی مسلم نے امیہ بن بسطام سے اور ابوداؤد نے احمد بن صالح اور دوسرے حضرات سے اسی طرح ترمذی نے عبد بن حمید سے اور نسائی نے محمد بن معمر سے "کتاب الفرائض" میں تخریج کی ہے۔"

علامہ عینی نے "ابن ماجہ" کی تخریج کو بیان نہیں کیا حالانکہ یہ حدیث "سنن ابن ماجہ" میں بھی موجود ہے:

حدثناالعباس بن عبدالعظیم العنبری ثنا عبدالرزاق انبأنامعمر عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اقسموا المال بین اھل الفرائض علی کتاب اللہ فماترکت الفرائض فلأولیٰ رجل ذکر". (۲)

"عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مال کو اصحاب فرائض پر ان حصوں پر تقسیم کرو جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں پھر ان حصوں کے بعد جو مال باقی رہے وہ سب سے زیادہ قریبی مرد رشتہ دار کو دیا جائے۔"

اسی طرح مسند دارمی میں بھی یہ حدیث (ص ۳۸۴) پر موجود ہے (۳) اور سنن دارقطنی میں (ج۲ص ۴۵۵) بھی اور سنن دارقطنی میں اس حدیث کے جمیع طرق مذکور ہیں، امام احمد بن حنبل نے بھی

---

(۱) عمدة القاری –باب میراث الولد من أبیہ – ۱۹/۳–ط:شرکة مصطفی البابی

(۲) سنن ابن ماجہ –ابواب الفرائض –باب میراث العصبة– ۲۰۱، ط:میر محمد کتب خانہ

(۳) المسند لأبی محمد الدارمی – ۳۸۴–ط:المطبع النظام: کانپور.

اپنی مسند میں اس حدیث کے تمام طرق تفصیل سے ذکر کئے ہیں،(۱) امام ابوحنیفہؒ کی ''جامع المسانید'' میں بھی یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے۔

حدیث کی حیثیت اور اس کی شرح:

یہ حدیث اپنے طرق کے اعتبار سے متواتر المعنی ہے، کیونکہ صحیحین، سنن اربعہ، کتب مسانید ومعاجم سب میں مختلف اسانید سے موجود ہے اور امت کا تعامل بلا کسی اختلاف کے ہر قرن میں اس پر برابر چلا آرہا ہے۔

اس حدیث شریف میں علم میراث کا ایک نہایت اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ مورث کے مال میں سے حقوق مقدمہ واجبہ (تجہیز وتکفین، ادائے دین۔ اجرائے وصیت) کے بعد جو ترکہ بچے گا اصحاب فرائض کو دیا جائے گا اور اصحاب فرائض کے ادائے حصص کے بعد باقی ماندہ تمام مال عصبات کو ملے گا اور عصبات میں ''الاقرب فالاقرب'' کا اصول جاری رہے گا، اقرب (قریبی رشتہ دار) کی موجودگی میں ابعد (دور کا رشتہ دار) محروم ہوجائے گا (رجل ذکر) سے اس امر کی تصریح ہورہی ہے کہ عصبات مرد ہوتے ہیں، عورتیں زیادہ تر اصحاب فرائض ہیں اگر بعض صورتوں میں عصبہ ہوتی بھی ہیں تو تبعاً ہوتی ہیں۔

اس موقعہ پر یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بیٹے اور پوتے عصبہ ہیں کیونکہ قرآن کریم نے ان کے حصے (تہائی چوتھائی یا آدھے کے اعتبار سے) متعین نہیں کئے ہیں۔

حدیث پاک کی اس تشریح کو پوری طرح ذہن میں رکھتے ہوئے اب قانون کی یہ دفعہ پڑھیے جس میں حدیث رسول کی صریح خلاف ورزی کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ میت کے صلبی بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہوگا کیونکہ ''اولی رجل ذکر'' (یعنی سب سے قریبی رشتہ دار مرد) صلبی بیٹا ہے نہ کہ پوتا، اور ''عائلی قوانین'' کے مصنفین کو اصرار ہے کہ پوتے کو ضرور ہی میراث دی جائے۔ خواہ خدا اور رسول کے احکام کی کتنی ہی مخالفت لازم آئے، تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عائلی قوانین کی دفعہ کے فرق کو اس مثال سے سمجھئے۔

---

(۱) المسند لأحمد بن حنبل –رقم الحديث: ۲۶۵۷–۳/۱۹۱–ط: دار الحديث: القاهرة

عائلی قوانین:

زید ۲

خالد (بیٹا)	بکر (متوفی بیٹا)
	مسعود (پوتا)
۱ (دونوں میں مال برابر تقسیم ہوگا)	۱

تعلیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام:

زید

خالد (بیٹا)	بکر (متوفی بیٹا)
وارث کل ترکہ کا کیونکہ وہی میت کا	مسعود (پوتا)
سب سے قریبی رشتہ دار ہے	محروم

اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجر عسقلانی، امام نوویؒ سے ناقل ہیں:

قال النووی: اجمعوا ان الذی یبقی بعد الفروض للعصبة یقدم الاقرب فالاقرب، فلا یرث عاصب بعید مع عاصب قریب" (۱)

"امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اجماع امت ہے اس بات پر کہ اصحاب فرض کو دینے کے بعد جو مال باقی رہتا ہے وہ عصبہ کو دیا جائے گا اور عصبات میں جو قریب ہوگا وہ مقدم رکھا جائے گا چنانچہ عصبہ قریب کی موجودگی میں عصبہ بعید وارث نہیں ہوگا"۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں "باب میراث ابن الابن اذا لم یکن ابن" میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ پوتا صلبی بیٹے کی غیر موجودگی میں وارث ہوگا، کیونکہ اس وقت وہی "اولی رجل ذکر" ہوگا لیکن صلبی بیٹے کی موجوگی میں پوتا محروم ہوگا کیونکہ اس وقت پوتے کی بجائے بیٹا "اولی رجلٍ ذکرٍ" ہوگا۔

ایک اور حدیث:

" عن هزیل بن شرحبیل الاودی قال: جاء رجل الیٰ ابی موسی الاشعری وسلمان بن ربیعة فسالهما عن ابنة وابنة ابن واخت لاب وام فقالا: لابنة النصف وللاخت من الاب والام النصف ولم

(۱) فتح الباری -باب میراث الولد من ابیه وامه- ۱۲/۱۳ -ط: رئاسة ادارات البحوث: السعودیة.

یورثا بنت الابن شیئاً وأت ابن مسعود فانه سیتابعنا فاتاه الرجل فساله واخبره بقولهما،فقال: لقد ضللت اذاً وما انا من المهتدین ولکن اقضی فیها بقضاء رسول الله صلی اللہ علیه وسلم لابنته النصف ولابنة الابن سهم تکملة الثلثین ،ومابقی فلاخت من الاب والام ". (۱)

''ہزیل بن شرحبیل اودی کہتے ہیں کہ ایک شخص ابوموسیٰ اشعری اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کے انتقال کے بعد حسب ذیل وارث رہے(۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) سگی بہن، دونوں صحابہؓ نے فرمایا کہ بیٹی کے لئے نصف مال ہے اور بہن کے لئے بھی نصف اور پوتی کے لئے میراث میں سے کچھ نہیں رکھا لیکن ساتھ ہی سائل کو یہ ہدایت بھی کی کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس جاؤ وہ بھی اس مسئلہ میں ہمارا ساتھ دیں گے۔وہ شخص (حسب ہدایت) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اوران سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا اگر میں نے اس فتوی کی موافقت کی تو میں گمراہ ہوا،اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہا لیکن میں تو اس کا وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ بیٹی کے لئے نصف،اور پوتی کا ایک حصہ (سدس(*)) ثلثین(**) کی تکمیل کے لئے اور باقی ماندہ حقیقی بہن کے لئے''۔

حافظ منذریؒ اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"واخرجه البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجه بنحوه ولیس فی حدیث البخاری ذکر سلمان بن ربیعة واخرجه النسائی بالوجهین ".(۲)

(۱)سنن أبی داؤد -باب ماجاء فی میراث الصلب -۲/۴۰۰-ط:میر محمد کتب خانه

(۲)مختصر وشرح وتهذیب سنن ابی داود للحافظ المنذری -باب تعلیم الفرائض- ۴/۱۶۶- ط:السنة المحمدیة.

(*)چھٹا حصہ (**)دوتہائی

''بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کی اسی طرح تخریج کی ہے البتہ بخاری کی حدیث میں سلمان بن ربیعہ کا ذکر نہیں ہے اور نسائی نے حدیث دونوں طریقہ سے روایت کی ہے ایک میں سلمان بن ربیعہ کا ذکر ہے اور دوسرے میں نہیں ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صراحتاً معلوم ہوگیا کہ صلبی بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا اور بہن عصبہ ہوگی ان دونوں کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا وہ بہن کو ملے گا بیٹی کی موجودگی میں بہنوں کا عصبہ ہونا امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

فی هذا بیان ان الاخوات مع البنات عصبة وهو قول جماعة الصحابة والتابعین وعامة فقهاء الامصار. (۱)

''اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ بہنیں بیٹیوں کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہیں اور یہ صحابہ، تابعین اور تمام فقہاء امصار کا قول ہے۔''

اب غور فرمایئے کہ عائلی قوانین کی اس دفعہ میں تعلیم رسول ﷺ کی کس طرح کھلی ہوئی خلاف ورزی کی گئی ہے تعلیم رسول ﷺ تو یہ ہے کہ بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا اور عائلی قوانین کے واضعین کی ہدایت ہے کہ پوتی کو اس کے مرحوم باپ کا حصہ دیا جائے جو بیٹی کے حصہ سے بہر حال دگنا ہوگا اسی طرح اس صورت میں ''عائلی قوانین'' کی دفعہ کی رو سے بہن سرے سے بالکل محروم ہوگی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق بہن کو عصبہ ہونا چاہیے۔ تعلیم رسول اور عائلی قوانین کو ان دو مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کیجئے:

''عائلی قوانین'' کے مطابق صورت مسئلہ یہ ہوگی:

زید

سعیدہ (بیٹی)	مجیدہ (پوتی)	حمیدہ (بہن)
۱	۲	محروم

(۱) تهذیب السنن ای مختصر شرح وتهذیب سنن أبی داود -۴/ ۱۶۲ -مطبعة السنة المحمدیة.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق یہ ہے:

۶ زید

سعیدہ (بیٹی)	مجیدہ (پوتی)	حمیدہ (بہن)
۳	۱	۲

اجماع امت:

عہد رسالت سے لیکر آج تک صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ، ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، اہل سنت، اہل تشیع سب کا اجماع ہے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا محروم ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں "باب میراث ابن الابن اذالم یکن ابن" کے ذیل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ(*) کا یہ فتوی منقول ہے:

وقال زید ولد الابناء بمنزلة الولد اذالم یکن دونهم ولد ذکر، ذکرهم کذکرهم وانثاهم کانثاهم، یرثون کما یرثون ویحجبون کمایحجبون، ولایرث ولد الابن مع الابن (۱)

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پوتے بمنزلہ لڑکوں کے

(*) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں، ان کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

افرضکم زید (اخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه والحاکم

"تم میں سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت ہیں"۔

(تلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی -۳/۷۹- رقم الحدیث: ۱۳۴۳- مطبع فی المدینه المنورة)

امام شافعیؒ نے میراث کے باب میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنے فتاوی واجتہادات میں محور قرار دیا ہے، چنانچہ وہ اپنی بے نظیر کتاب "الام" میں تصریح فرماتے ہیں:

وهذا قول زید بن ثابت وعنه قبلنا اکثر الفرائض

(یہ حضرت زید بن ثابت کا قول ہے جن سے ہم نے فرائض کی اکثر باتیں لی ہیں)

(کتاب الام للشافعیؒ- کتاب الفرائض-۴/۴-ط: المطبعة الکبری مصر)

(حاشیہ "بینات")

(۱) صحیح البخاری -باب میراث ابن الابن الخ-۲/۹۹۷.

ہیں جبکہ لڑکے موجود نہ ہوں، لڑکے لڑکوں کی طرح ہوں گے اور لڑکیاں لڑکیوں کی طرح(*)، وہ اسی طرح وارث ہوں گے جس طرح لڑکے وارث ہوتے ہیں اور اسی طرح محروم ہوں گے جس طرح لڑکے محروم ہوتے ہیں اور پوتا بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔

اور امام دارالہجرۃ مالک بن انسؒ اپنی مشہور کتاب ''موطا'' میں فرماتے ہیں:

الامر المجتمع عليه عند نا والذى ادركت عليه اهل العلم ببلدنا في فرائض المواريث ...... ومنزلة ولد الابناء الذكور اذالم يكن دونهم ولد كمنزلة الولد سواء ذكرهم كذكرهم وانثاهم كا نثاهم يرثون كمايرثون ويحجبون كما يحجبون فان اجتمع الولد للصلب وولد الابن ،فكان في الولد للصلب ذكر فانه لاميراث معه لاحد من ولد الابن. (۱)

''وہ امر جس پر ہمارے یہاں سب کا اتفاق ہے اور جس پر میں نے ہمارے وطن (مدینہ طیبہ) کے اہل علم کو پایا یہ ہے کہ پوتوں کی حیثیت لڑکوں جیسی ہے بشرطیکہ ان کے مقابلہ میں لڑکے نہ ہوں، پوتوں کا حکم لڑکوں جیسا ہے اور پوتیاں بیٹیوں کی طرح ہیں، وہ اسی طرح وارث ہوتے ہیں جس طرح بیٹے اور اسی طرح محروم ہوتے ہیں جس طرح بیٹے ،اگر صلبی لڑکا اور پوتا دونوں جمع ہوجائیں تو میراث صلبی لڑکے کو ملے گی کیونکہ اس کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں ہوتا۔''

''موطا'' کے شارح قاضی ابوالولید الباجی المتوفی ۴۹۴ھ آخری جملوں کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(*) مطلب یہ ہے کہ پوتا پوتی کی میراث اپنے طبقہ کے اعتبار سے اسی طرح ہوگی جس طرح بیٹا بیٹی کی میراث اپنے طبقہ میں ہوتی ہے۔(حاشیہ ''بینات'')

(۱) الموطاء للإمام مالک –کتاب الفرائض –باب میراث الصلب ۶۵۵– ط: میرمحمد

وهذا كما قال انه لاميراث لابن الابن مع الابن لانه اقرب سبباً منه الى الميت وهما يدليان بالبنوة ولان ابن الابن يدلي بالابن ومن يدلي بعاصب فانه لايرث معه وعلى هذاجمهور الفقهاء من الصحابة والتابعين. (۱)

اورحقیقت بالکل اسی طرح ہے جس طرح امام مالکؒ نے فرمایا کہ پوتے کو بیٹے کی موجودگی میں میراث نہیں ملتی کیونکہ دونوں بنوۃ کی بناء پر میت کی طرف منسوب ہیں اور بیٹا پوتے کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ پوتا بیٹے کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو کسی عصبہ کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہو وہ اس کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا۔ صحابہ اور تابعین میں تمام فقہاء اس پر متفق ہیں۔

اب مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

میراث حنفی کی مشہور کتاب ''شریفیہ شرح سراجیہ'' میں ہے:

اولهم بالميراث الذى يستحق بالعصوبة جزء الميت اى البنون ثم بنوهم وان سفلوا.(۲)

''عصبات میں سب سے زیادہ میراث کے مستحق عصبہ ہونے کے اعتبار سے جزءِ میت ہے یعنی اس کے بیٹے پھر ان کے بعد پوتے پڑپوتے نیچے تک۔

اور فقہ مالکی کی نہایت متداول کتاب ''جواہر الاکلیل'' میں ہے:

ثم يليه (ابنه) أى ابن الابن وان سفل والاعلى يحجب الاسفل (۳)

''پھر بیٹے کے بعد پوتا ہوتا ہے اور اوپر کے طبقے والا نیچے کے طبقے والے کو محروم کر دیتا ہے۔''

---

(۱) المنتقى شرح المؤطاء ،۲/ ۲۲٦-ط: مطبعة السعادة، مصر

(۲)شريفية شرح السراجية لسيد شريف على جرجانى -باب العصبات-ص،۳٦ ط:المجتبائى، دهلى

(۳)جواهر الاكليل شرح مختصر -۲/ ۳۳۱- ط: دار احياء الكتب العربية .

اور فقہ شافعی کی مشہور کتاب ''منظومہ رحبیہ'' میں ہے:

فالابن یحجب ابن الابن و کل ابن ابن یحجب من تحته بنی الابن لقربه (۱)

''بیٹا پوتے کو محروم کر دیتا ہے اور ہر پوتا اپنے سے نیچے والے پوتوں کو میت سے قرب کی بناء پر محروم کر دے گا۔''

اور فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''المحرر'' میں صراحت کے ساتھ موجود ہے:

ولایرث ولد الابن مع الابن بحال (۲)

''اور پوتا بیٹے کی موجودگی میں کسی طرح وارث نہیں ہوسکتا۔''

ہم نے یہاں ان تصریحات میں نواسے اور نواسی کی میراث کو نہیں چھیڑا ہے کیونکہ صلبی اولاد کی موجودگی میں ان کی وارثت سرے سے غلط ہے نواسے اور نواسیاں ''ذوی الارحام'' (*) ہیں اور ذوی الارحام کی وراثت کے بارے میں سلف میں اختلاف ہے بعض ان کو وارث قرار دیتے ہیں اور بعض محروم البتہ جن لوگوں نے انہیں وارث قرار دیا ہے وہ انہیں عصبات کی غیر موجودگی میں وارث تسلیم کرتے ہیں۔

الغرض موجودہ عائلی قوانین کی مذکورہ بالا دفعہ کتاب، سنت، اجماع امت، عقل صریح کے بالکل خلاف ہے۔ کتاب وسنت اور اجماع کی تصریحات تو آپ ملاحظہ فرما چکے، اب عقل صریح کی مخالفت آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے:

اس دفعہ سے پیدا شدہ بعض مضحکہ خیز صورتیں:

(۱) ایک عامی بھی یہ سمجھتا ہے کہ صلبی بیٹی کا حصہ میراث میں زیادہ ہونا چاہئے اور پوتی کا کم، لیکن اس دفعہ کی رو سے پوتی کا حصہ صلبی بیٹی سے دوگنا ہوجائے گا کیونکہ پوتی اپنے والد مرحوم کا حصہ لے گی

---

(۱) شرح الرجبية لمحمد ابن احمد الدمشقي الشافعي-ص ۷۵- ط: المطبوعة حجازي، قاهرة.

(۲) المحرر في الفقه على مذهب الامام احمد بن حنبل -كتاب الفرائض - ۱/ ۳۹۶-ط:السنة المحمدية

(*) یعنی ایسے قرابت والے کہ ان میں اور میت میں عورت کا واسطہ ہو اور وہ نہ ذوی الفروض میں ہوں اور نہ عصبات میں، جیسے: نواسا، نواسی، نانا، بھانجا، ماموں اور خالہ اور پھوپھی اور ان کی اولاد۔ (حاشیہ ''بینات'')

جو بہر حال بیٹی کے حصہ سے دوگنا ہوگا اس کی صورت یہ ہوگی۔

زید ۳

ہندہ (بیٹی)	خالد (بیٹا)
۱	
(کل مال کی ایک تہائی)	زینب (پوتی) (کل مال کی دوتہائی)
	۲

عائلی قوانین کے واضعین کو پوتی پر تو بڑا رحم آیا لیکن بیٹی نے کیا قصور کیا تھا کہ اس کا حصہ کم کردیا؟

(۲) اسی طرح بیٹی اور نواسی بھی میراث میں برابر کی حقدار ہوجائیں گی کیونکہ اس دفعہ میں بیٹی کا حصہ کاٹ کر نواسی کو دیدیا گیا ہے، حالانکہ بیٹی اصحاب الفروض میں سے ہے اور نواسی ذوی الارحام میں۔ ملاحظہ ہو صورت مسئلہ یہ ہے:

زید ۲

ہندہ	خالدہ
۱ (دونوں کا حصہ برابر ہوگا)	۱ مجیدہ (ایک حصہ)

(۳) اسلامی قانون میراث نے بہنوں کو بیٹیوں کی موجودگی میں عصبہ قرار دیا ہے یعنی بیٹیوں کو ان کا حصہ دینے کے بعد جو مال بچے گا وہ بہنوں کو دیا جائے گا لیکن قانون کی اس دفعہ کی رو سے بہنیں سرے سے محروم ہوجائیں گی، معلوم نہیں بچاری بہنوں نے ایسا کیا قصور کیا تھا کہ ان کو بالکل ہی محروم کردیا گیا۔ اس مسئلہ کی صورت عائلی قانون کے مطابق اس طرح ہوگی:

زید ۳

بیٹی	پوتی	بہن
۱	۲	محروم

اور اسلامی قانون میراث کی رو سے ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

۶	زید	
بیٹی	پوتی	بہن
۳	۱	۲

(۴) اسی طرح ایک مضحکہ خیز صورت حال یہ پیدا ہوگی کہ ایک ہی درجہ کے وارثوں کو ترکہ میں سے برابر حصے نہیں ملیں گے بلکہ ان کے حصص میں بڑا تفاوت ہوگا، حالانکہ قاعدے کے لحاظ سے ایک ہی درجہ کے وارثوں کو برابر کا حقدار ہونا چاہئے، اس کی مثال یوں سمجھئے:

۶	زید		
بکر (بیٹا)			عمر (بیٹا)
رشید	مجید	سعید	حمید
پوتا	پوتا	پوتا	پوتا

عائلی قوانین کی دفعہ کی رو سے اس صورت میں زید کے مال کے دو حصے ہوگے ایک حصہ حمید کو ملے گا اور دوسرے حصہ میں سے رشید، مجید، سعید شریک ہوں گے، جس کی صورت حسب ذیل ہوگی:

۶	زید		
رشید (پوتا)	مجید (پوتا)	سعید (پوتا)	حمید (پوتا)
۱	۱	۱	۱

اسی طرح۔

زید (بیٹا)	عمرو (بیٹا)
زینب، کلثوم، رقیہ (پوتیاں)	صفیہ (پوتی)

اس صورت میں بھی عائلی قوانین کے مطابق مال کے دو حصے ہوکر آدھا صفیہ کو مل جائے گا اور باقی آدھے میں زینب، کلثوم، رقیہ تینوں شریک ہوں گی حالانکہ یہ سب طبقہ کے لحاظ سے میت کی قرابت میں برابر کے شریک ہیں لیکن اسلامی قانون میراث کے مطابق ایک طبقہ کے سب وارثوں کو برابر ملے گا جس کی صورت یہ ہے۔

۴

رشید	مجید	سعید	حمید
۱	۱	۱	۱

یہ قانون کیوں وضع کیا گیا؟

واضعین قانون اور اس کے حامیوں کی طرف سے جو وجوہات اس دفعہ کے وضع کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیتے ہیں کہ یہ دفعہ سراسر یتیم کی خیر خواہی اور حمایت میں ہے۔ یہ حضرات اس مسئلہ کا بڑے جذباتی انداز میں پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مولوی لوگ یتیم پوتے کو محروم کئے دیتے ہیں، لیکن سوچنے کی بات ہے کہ کیا نرے جذبات پر کہیں قانون کی بناء رکھی جاتی ہے؟ قانون سازی کے لئے تو جذبات سے بالکل بلند ہوکر سراسر عقل و ہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس صدائے بے ہنگام پر توجہ دینے سے پہلے ہماری چند معروضات سن لیجئے۔

اولاً: یتیم پر رحم کھانا بجا، لیکن یہ کیسا رحم ہے کہ نیچے کے طبقے پر تو فوراً آجائے اور اوپر کے طبقے پر ذرا اس سے مس نہ ہو۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ان لوگوں کا رحم بھی بڑا سمجھدار ہے کہ سیدھا یتیم پوتا پوتیوں اور یتیم نواسا نواسیوں پر آیا لیکن یتیم بیٹا بیٹیوں پر ان کو ذرا جنبش نہیں ہوئی۔

ثانیاً: قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین کی مذکورہ بالا تصریحات کے بعد اس جذباتی دلیل کا پھر وزن کیا رہ جاتا ہے۔

ثالثاً: یتیم کی حمایت بجا، شریعت محمدیہ نے یتیم کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کی بڑی فضیلت بتلائی۔ لیکن یتیم کی حمایت کا یہ تو مطلب نہیں ہے کہ قرآن وحدیث کی مخالفت کرتے ہوئے دوسرے وارثوں کا حصہ کاٹ کر یتیم کو دیا جائے۔ یا چلتے رستے جس کے مال پر جی چاہا چھاپا مار دیا جائے کہ

بھائی اس میں یتیموں کا بھی حق ہے۔

رابعاً: یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کا قانون میراث اس اصول پر قطعاً مبنی نہیں کہ کسی پر رحم کھا کر اس کی مدد کی جائے، اگر یہ اصول ہوتا تو شریعت مالدار غنی وارث کو سرے سے حصہ دار ہی نہیں بناتی بلکہ سب کچھ غریب اور مفلس ورثا کو دیدیا جاتا اور لڑکیوں کو دوہرا حصہ دیا جاتا اور لڑکوں کو اکہرا۔ کیونکہ عورتیں رحم وسلوک کی زیادہ مستحق ہیں۔

علاوہ ازیں یتیم کے ساتھ احسان وسلوک اگر میراث کے سلسلہ میں کوئی اہم نکتہ ہوتا تو قرآن ضرور اس کی صراحت کرتا یا پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرماتے۔ اور صحابہ وتابعین وائمہ بھی ضرور اس کی تصریح کرتے۔ تعجب ہے کہ ایسا اہم نکتہ ان سب حضرات سے پوشیدہ رہا اور اس تک رسائی ہوئی تو صرف چودہویں صدی کے واضعین قانون کی، جو چاہے اور سب کچھ ہوں لیکن علم دین سے یقیناً تہی داماں ہیں۔

یتیم کے لئے دوسری صورتیں:

ہبہ: اگر دادا یا نانا محسوس کرتا ہے کہ میرے بعد پوتے یا نواسے کو مالی مشکلات پیش آئیں گی تو اس کو چاہئے کہ صحت کی حالت میں پوتے یا نواسے کو کچھ ہبہ کردے۔

وصیت: اگر صحت کی حالت میں ہبہ نہ کرسکا تو وصیت بھی کرسکتا ہے، میت کو ایک تہائی تک وصیت کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے، اس حق سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

نفقہ: لیکن اگر میت نے بھی کچھ نہ کیا اور یتیم پوتا نادار اور مفلس ہو تو پھر شریعت کی رو سے اس کے چچا پر جس نے اپنے والد کی کل میراث لی ہے، یتیم بھتیجے کا نفقہ واجب ہوجاتا ہے، جو اس سے جبراً وصول کیا جائے گا۔

اگر یتیم پوتے کے ساتھ ہمدردی ہے تو اسلام کا قانون نفقات جاری کردیجئے، انشاء اللہ پوتا بھوکا نہیں مرے گا۔ واللہ اعلم

کتبہ: ولی حسن ٹونکی

بینات-رجب المرجب ۱۳۸۲ھ